ازعدالت عظمی

اوسمانیہ یونیورسٹی ریپرزنٹیٹو بائی اٹس رجسٹر، حیدرآباد، اے۔ پی

بنام

عبدل رائس خان اور دیگر

25 اکتوبر 1996

[کے رامسوامی اور ایس پی کردوکر، جسٹسز]

ملازمت قانون:

ترقی – لیکچرر تا ریڈر – میرٹ ترقی اسکیم – عمل درآمد – ماہر ادارے کی طرف سے تجویز کردہ ترقی – تعلیمی امور سے متعلق انتخاب میں مداخلت نہ کرنے کے لیے عدالت – تعلیمی معاملات ماہر ادارے پر چھوڑ دیے جائیں کہ وہ معروضی معیار پر بہترین صلاحیتوں کا انتخاب کرے۔

اسٹیٹ بینک آف انڈیا اور دیگر بنام محمد مائن الدین، [1987] 4 ایس سی سی 486 اور ڈاکٹر جے پی کلشریشٹھ اور دیگر بنام چانسلر، الہ آباد یونیورسٹی اور دیگر [1980] 3 ایس سی سی 418، ممتاز۔

دیوانی اپیل کا عدالتی حد اختیار دیوانی اپیل نمبر۔ 1996 کا 14548۔

1988 کے ڈبلیو پی نمبر 1183 میں آندھرا پردیش عدالت عالیہ کے 11.10.95 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کے لیے ایچ ایس گرو راجا راؤ اور ٹی وی رتنم

جواب دہندگان کے لیے اے وی رنگم، اے رنگا نادھن، ایس سداشیوا ریڈی اور میسرا وشا ریڈی

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم دیا گیا:

اجازت دی گئی۔

ہم نے دونوں طرف سے قابل مشورے سنے ہیں۔

خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل آندھرا پردیش کے ڈویژن بنچ کے حکم سے پیدا ہوتی ہے، جو 11 اکتوبر 1995 کو تحریری اپیل نمبر 1183 / 88 میں کیا گیا تھا۔

تسلیم شدہ موقف یہ ہے کہ عثمانیا یونیورسٹی کے فیکلٹی آف لاء کے پوسٹ گریجویشن ڈیپارٹمنٹ میں قانون کے لیکچررز، پہلے مدعا علیہ اور دوسرے مدعا علیہ، جی منوہر راؤ نے عثمانیہ یونیورسٹی کے مذکورہ شعبہ میں ریڈر کے طور پر ترقی کے لیے اپنے دعوے پیش کیے تھے۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ریڈرز اور پروفیسرز کے طور پر انتخاب کے لیے امیدواروں کی قابلیت کی تشخیص کے طریقہ کار کی سفارش کی تھی جو کہ درج ذیل ہے :

"مقاصد"

.1. اسکیم کے بنیادی مقاصد یہ ہونے چاہئیں کہ (1) تدریس اور تحقیق کے شعبوں میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے شاندار کام کو تسلیم کیا جائے (2) متعلقہ مضامین کے شعبوں میں ماہرین کے ذریعے اس طرح کے کام کی معروضی تشخیص کی جائے اور (3) ایسے اساتذہ کو پیشہ ورانہ ترقی کے معقول مواقع فراہم کیے جائیں، جو مسابقتی بنیادوں پر تعلیمی شناخت کے اہل ہیں۔ اس لیے اس اسکیم کو مناسب طور پر "یونیورسٹی اساتذہ کے لیے میرٹ پروموشن اسکیم" کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہ ایک " لچکدار تکمیل اسکیم" کی نوعیت میں ہوگا جیسا کہ دیگر خدمات میں رائج ہے، جس میں کوئی اضافی آسامیاں نہیں بنائی جاتی ہیں، اور موجودہ شخص کو تنقیدی تشخیص کی بنیاد پر اگلی اعلیٰ سطح پر ترقی دی جاتی ہے اور یہ عہدہ ایسے عہدیداروں کے پاس ہوتا ہے جو ان کے لیے ذاتی ہے، اور اس کے نتیجے میں کسی خالی جگہ کو پر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کی اسکیم اساتذہ کو اعلیٰ درجے کی تدریس اور تحقیق میں مشغول ہونے اور الگ الگ تعاون کرنے کے لیے کافی حوصلہ افزائی کرے گی جو پہچان اور ترقی کے لائق ہو۔

موجودہ اسکیم جب دیگر خدمات میں کام کرنے والی اسی طرح کی اسکیموں کے مقابلے میں، یہ حقیقت میں کافی قدامت پسند ہے، موجودہ تنخواہ کے پیمانے کے ڈھانچے اور اس میں شامل وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے، افراد کے لیے اپنے پیشے کو آگے بڑھانا۔ تاہم، یہ محدود اسکیم بھی جمود کو روکے گی اور تدریس اور تحقیق کے بہتر ماحول کو فروغ دے گی۔

.2۔ جنوری 1973 سے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تنخواہ کے نظر ثانی شدہ پیمانے کے نفاذ اور سی ایس آئی آر، پرانی اسکیم، آئی سی اے آر، ڈی ایس آر ڈی او وغیرہ میں رائج اسی طرح کی میرٹ پروموشن اسکیموں اور حکومت بھارت کی دیگر خدمات میں پیشہ ورانہ ترقی کے لیے دستیاب مواقع کے موجودہ تناظر میں، یہ ضروری ہے کہ یونیورسٹیاں وقتاً فوقتاً اساتذہ کے کام کی تشخیص کی بنیاد پر میرٹ ترقی اسکیم کو نافذ کرنے کے قابل ہوں۔ یہ اسکیم یکم اپریل 1980 سے نافذ العمل ہو سکتی ہے۔

عمل درآمد کا طریقہ:

3۔(ا) اعلی درجے کی تدریس اور تحقیق میں مصروف یونیورسٹی کے محکموں کے اساتذہ اور جن کی شراکت اور کامیابیاں میرٹ کی پہچان جیسی ہیں، ان کو میرٹ ترقی کے لیے سمجھا جاسکتا ہے، پہلی بار، اپنے متعلقہ کیڈر میں چھ سال کی مسلسل خدمت مکمل کرنے کے بعد، جس میں سے کم از کم تین سال اس ادارے میں ہونے چاہئیں جہاں اس طرح کی تشخیص اور میرٹ ترقی کے لیے ان پر غور کیا جار ہا ہو۔(ب) کوئی بھی استاد جس پر ابتدائی پر نمائش میں میرٹ کے لیے غور کیا گیا ہو اور جس کا انتخاب نہیں کیا گیا ہو، تاہم وہ تین سال کے وقفے کے بعد ہی اپنا کام دوبارہ جمع کرا سکتا ہے، (ج) اس طرح کی تشخیص اور میرٹ ترقی پر غور کرنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ اپنے کام کو اپنے محکمے کے بذریعے ہر سال 31 دسمبر تک یا یونیورسٹی کی طرف سے مقرر کردہ تاریخ تک یونیورسٹی کے سامنے پیش کریں (د) یونیورسٹی کو عام طور پر اگلے تعلیمی سال کے آغاز سے پہلے فیصلہ لینا چاہیے، تاکہ اس طرح کی پروموشنز اگلے تدریس سیشن کے آغاز کی تاریخ سے مؤثر ہوسکیں، (ہ) جبکہ ترقی پانے والے افراد کا حتمی انتخاب یونیورسٹی کے بذریعے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے معمول کے طریقہ کار کے مطابق، انفرادی اساتذہ کے ذریعہ پیش کردہ کام (تحقیقی اشاعتیں، کتابیں، جائزے، نصاب کی ترقی، تدریسی آلات، تدریسی طریقوں میں جدت، تیار کردہ آلات وغیرہ کو شامل کرنے کے لیے) کا حوالہ دینا ضروری ہوگا — متعلقہ موضوع/نظم وضبط میں کم از کم دو ریفری۔ ریفریوں کا انتخاب وائس چانسلر کے ذریعے یونیورسٹی کی سلیکشن کمیٹی کے لیے مقرر کردہ طریقہ کار کے مطابق بنائے گئے ناموں کے پینل میں سے کیا جاتا ہے۔ ان حوالہ کی تشخیصی رپورٹوں کو خفیہ رکھا جانا چاہیے، اور سلیکشن کمیٹی کو دستیاب کرایا جانا چاہیے۔ حتمی انتخاب ریفری کے تشخیصی تبصروں اور سلیکشن کمیٹی پر بیرونی ماہرین (قارئین کی ترقی کے معاملے میں کم از کم دو بیرونی ماہرین اور پروفیسرز کی ترقی کے لیے تین بیرونی ماہرین) کی متفقہ رائے پر مبنی ہوگا۔(f) لیکچرر کو دیا گیا ریڈر کا عہدہ یا میرٹ ترقی کے بذریعے ریڈر کو دیا گیا پروفیسر کا عہدہ متعلقہ عہدے دار کے لیے ذاتی ہوگا (جی) اس اسکیم کے تحت ترقی کے لیے بنیادی معیار تعلیمی شراکت کی میرٹ ہوگی نہ کہ اساتذہ کی فوقیت۔

پہلا قدم جو اٹھایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ پیپرز، مونوگرام وغیرہ کی تعلیمی کامیابیوں کو تعلیمی ماہرین کی دورکنی کمیٹی کو بھیجا جائے تاکہ اساتذہ کی خوبیوں کا جائزہ لیا جاسکے جس کا مقصد ریڈر یا پروفیسر کے طور پر انتخاب کے لیے ہونہار امیدواروں کا پتہ لگانا ہو۔ کمیٹی کے اراکین کے لیے ضروری ہے کہ وہ تدریس اور تحقیق کے شعبے میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے ذریعے کیے گئے شاندار کام پر غور کریں۔ معروضی تشخیص اس موضوع کے شعبے کے ماہرین کے ذریعے کی جاتی ہے جنہیں اراکین کے طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ انہیں یونیورسٹی سے باہر ہونا پڑتا ہے اور اسکیم کے مطابق میرٹ پر ترقی کے لیے امیدواروں کا پتہ لگانے کے لیے ان ماہرین کے ذریعے تشخیص کی جانی چاہیے۔ نفاذ کا طریقہ پیراگراف 3 میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"عمل درآمد کا طریقہ:

3۔(ا) اعلی درجے کی تدریس اور تحقیق میں مصروف یونیورسٹی کے محکموں کے اساتذہ اور جن کی شراکت اور کامیابیاں میرٹ کی پہچان جیسی ہیں، پہلی بار میں، اپنے متعلقہ کیڈر میں چھ سال کی مسلسل خدمت مکمل کرنے کے بعد میرٹ ترقی کے لیے غور کیا جاسکتا ہے، جس میں سے کم از کم تین سال اس ادارے میں ہونے چاہئیں جہاں اس طرح کی تشخیص اور میرٹ ترقی کے لیے ان پر غور کیا جار ہا ہو۔(ب) کوئی بھی استاد جس پر ابتدائی نمائش میں میرٹ ترقی کے لیے غور کیا گیا ہو اور جس کا انتخاب نہیں کیا گیا ہو، تاہم وہ تین سال کے وقفے کے بعد ہی اپنا کام دوبارہ جمع کرا سکتا ہے، (ج) اس طرح کی تشخیص اور میرٹ پروموشنز پر غور کرنے میں دلچسپی رکھنے والے اساتذہ اپنے کام کو

اپنے محکمے کے بذریعے ہر سال 31 دسمبر تک یا یونیورسٹی کی طرف سے مقرر کردہ تاریخ تک یونیورسٹی کے سامنے پیش کریں (د) یونیورسٹی کو عام طور پر اگلے تعلیمی سال کے آغاز سے پہلے فیصلہ لینا چاہیے، تاکہ اس طرح کی پروموشنز اگلے تدریس سیشن کے آغاز کی تاریخ سے مؤثر ہوسکیں، (ہ) جبکہ ترقی پانے والے افراد کا حتمی انتخاب یونیورسٹی کے بذریعے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے معمول کے طریقہ کار کے مطابق، انفرادی اساتذہ کے ذریعہ پیش کردہ کام (تحقیقی اشاعتیں، کتابیں، جائزے، نصاب کی ترقی، تدریسی آلات، تدریسی طریقوں میں جدت، تیار کردہ آلات وغیرہ کو شامل کرنے کے لیے) کا حوالہ دینا ضروری ہوگا — متعلقہ موضوع/نظم وضبط میں کم از کم دو ریفری۔ ریفریوں کا انتخاب وائس چانسلر کے ذریعے یونیورسٹی کی سلیکشن کمیٹی کے لیے مقرر کردہ طریقہ کار کے مطابق بنائے گئے ناموں کے پینل میں سے کیا جانا ہے۔ ان ریفریوں کی تشخیصی رپورٹوں کو خفیہ رکھا جانا چاہیے، اور سلیکشن کمیٹی کو دستیاب کرایا جانا چاہیے۔ حتمی انتخاب ریفری کے تشخیصی تبصروں اور سلیکشن کمیٹی پر بیرونی ماہرین (قارئین کی ترقی کے معاملے میں کم از کم دو بیرونی ماہرین اور پروفیسرز کی ترقی کے لیے تین بیرونی ماہرین) کی متفقہ رائے پر مبنی ہوگا۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے پینل میں سے (1) ڈاکٹر پی کوٹیشوراراؤ، پروفیسر اور پی جی شعبہ قانون کے سربراہ، ڈین، فیکلٹی آف لاء، شری وینکٹیشور یونیورسٹی اور (2) ڈاکٹر ٹی ایس راماراؤ، پروفیسر اور ہیڈ ڈپارٹمنٹ آف لیگل اسٹڈیز، یونیورسٹی آف مدراس کو پہلے مدعاعلیہ اور جی منوہر راؤ کی طرف سے پیش کردہ کاموں کی تشخیص کے لیے نامزد کیا تھا۔ ماہر کمیٹی کے سامنے رکھے گئے متعلقہ کاغذات پر غور کرنے کے بعد، ڈاکٹر پی کوٹیشورراؤ نے جی منوہر راؤ کے ساتھ ساتھ عبدالرئیس خان دونوں کو ریڈرز کے طور پر میرٹ ترقی پر غور کرنے کی سفارش کی۔ جبکہ ڈاکٹر راماراؤ نے کہا کہ پہلا مدعاعلیہ ترقی کے لیے پہلی نظر میں اہل تھا، جی منوہر راؤ کے حوالے سے کہا کہ سلیکشن کمیٹی مضامین اور دیگر مواد پر غور کرسکتی ہے، جی منوہر راؤ کے ذریعے غور کے لیے رکھے گئے تحقیقی مقالے اگر کسی ٹھوس تحقیق پر مبنی پائے جاتے ہیں تو انہیں ترقی دی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد وائس چانسلر جسٹس سردار علی خان، ڈین، فیکلٹی آف لاء، پروفیسر ای گوپتیشور، آندھرا یونیورسٹی، پروفیسر ٹی ایس راماراؤ، مدراس یونیورسٹی، ڈاکٹر کے سرینیواس راؤ، سربراہ، شعبہ قانون اور شری اے نرسمہا ریڈی، چیئرمین، بورڈ آف اسٹڈیز، عثمانیہ یونیورسٹی پر مشتمل کمیٹی کو انتخاب کے لیے تشکیل دیا گیا۔ انہوں نے ذیل میں بیان کیا ہے :

"امیدواروں کو انٹرویو لینے والے امیدواروں کے انٹرویو کے لیے طلب کیا گیا تھا، کمیٹی مندرجہ ذیل افراد میں زیر بحث عہدے (عہدوں) پر تقرری کی سفارش کرتی ہے۔ حوالہ کا حکم (1) جی منوہر راؤ (2) وی کرشنما چاری اس شرط کے ساتھ کہ وہ ریڈر کے طور پر شامل ہونے کی تاریخ سے تین سال کے اندر اپنا پی ایچ ڈی حاصل کریں۔

اس مواد سے، فاضل واحد جج اس نتیجے پر پہنچے کہ دونوں پروفیسرز کی تشخیصی کمیٹی نے سلیکشن کمیٹی کے ذریعے غور کے لیے اپنی رائے دیتے ہوئے متعلقہ امیدواروں کے ذریعے پیش کردہ کاغذات کا جائزہ لینے میں کوئی معروضی معیار نہیں اپنایا تھا۔ سلیکشن کمیٹی نے متعلقہ دعووں پر غور کرنے کے لیے نمبر دینے کا کوئی طریقہ کار نہیں اپنایا ہے۔ لہذا، عرضی درخواست میں دوسرے مدعاعلیہ جی منوہر راؤ کا انتخاب قانونی طور پر غلط تھا۔ اسے دونفری بنچ نے برقرار رکھا۔ اس طرح، خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل شری ایچ ایس گرو راجا راؤ کا کہنا ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تجویز قابل طریقہ کار کے مطابق، یونیورسٹی کو مطلوبہ امیدواروں کی طرف سے پیش قابل متعلقہ کاغذات کو دوارا کین کی ماہر کمیٹی کے پاس بھیجنے کی ضرورت تھی جسے متعلقہ خوبیوں کا

جائزہ لینا ہوتا ہے اور ترقی کے لیے غور کے لیے سفارشات پیش کرنی ہوتی ہیں۔اس کے بعد، قانون کے مطابق، 7افراد پر مشتمل کمیٹی کو ترقی کے لیے ان کے مقدمات پر غور کرنے کی ضرورت تھی۔اس معاملے میں، کمیٹی کے سات ارکان میں سے چھ ارکان نے انتخاب میں حصہ لیا، انہوں نے متفقہ طور پر، امیدواروں کا انٹرویو کرنے کے بعد، غور کیا اور عثمانیہ یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لاء کے پوسٹ گریجویشن ڈیپارٹمنٹ کے لیے لیکچرر جی منوہر راؤ کو ریڈر کے طور پر منتخب کیا۔لہذا، عدالت عالیہ اپنے اس نتیجے میں درست نہیں تھی کہ تشخیصی کمیٹی کو نمبر دینے کا منظم طے شدہ طریقہ کار اپنانا تھا اور ان کے انتخاب میں متعلقہ امیدواروں کے لیے نمبر دینے کی بھی ضرورت تھی۔جواب دہندگان کے لیے قابل وکیل کی طرف سے یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ قابل واحد جج کی طرف سے لیا گیا نظریہ قانون میں درست ہے۔ماہر پینل کے نتائج کو پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے میرٹ ترقی پر غور کرنے کے لیے امیدواروں کی سفارش کرنے میں کوئی معروضی معیار نہیں اپنایا۔ریکارڈ، جیسا کہ عدالت کے سامنے رکھا گیا ہے، انتخاب مکمل نہیں ہے۔یہاں تک کہ ریکارڈ پر موجود رپورٹ بھی کسی ایسے طریقہ کار کی نشاندہی نہیں کرتی جس کے ذریعے کمیٹی نے انتخاب کیا ہو۔لہذا، انتخاب واضح طور پر بغیر کسی مواد کے من مانی ہے۔اس کی حمایت میں، قابل کونسل اسٹیٹ بینک آف انڈیا اور دیگر بنام محمد مائن الدین، [1987] 4ایس سی 486اور ڈاکٹر جے پی کلشریشٹھ اور دیگر بنام چانسلر، الہ آباد یونیورسٹی اور دیگر [1980] 3ایس سی 418 پر انحصار کرتا ہے۔

متعلقہ تنازعات کے پیش نظر، غور کے لیے جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے: کیا عدالت عالیہ کا نظریہ قانونی طور پر درست ہے؟ یو جی سی کی طرف سے مقرر کردہ میرٹ کے طریقہ کار اور عثمانیہ یونیورسٹی کی طرف سے اس موضوع پر دو بیرونی ماہرین کو نامزد کرنے کے لیے اٹھائے گئے اقدامات کے حوالے سے جو ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ دوسرے مدعا علیہ اور پہلے مدعا علیہ جی منوہر راؤ کی طرف سے پیش کردہ متعلقہ کاغذات کا جائزہ لیا جاسکے تاکہ ریڈر کے طور پر میرٹ ترقی اور اس کے بعد کے انتخاب کے لیے ان کے دعوے پر غور کیا جاسکے۔یہ ظاہر کرنا خود واضح ہوگا کہ اپیل کنندہ نے اپنے کاغذات کا جائزہ لینے کے لیے پہلے مدعا علیہ اور دوسرے مدعا علیہ جی منوہر راؤ کے متعلقہ دعووں کا حوالہ دینے میں یو جی سی کی طرف سے مقرر کردہ رہنما خطوط کے مطابق طریقہ کار پر عمل کیا تھا۔جیسا کہ دیکھا گیا ہے، ڈاکٹر پی کوٹیشور راؤ اور ڈاکٹر ٹی ایس راما راؤ دونوں یونیورسٹی سے باہر کے پروفیسر ہیں۔ڈاکٹر پی کوٹیشور راؤ نے ریڈر کے طور پر میرٹ ترقی کے لیے غور کرنے کے لیے جی منوہر راؤ کے ساتھ ساتھ پہلے مدعا علیہ کے مقدمات کی سفارش کی۔اسی طرح، جب کہ ڈاکٹر ٹی ایس راما راؤ نے پہلی نظر میں پہلے مدعا علیہ کو ترقی کے لیے غور کرنے کے لیے اہل پایا، انہوں نے جی منوہر راؤ کے حوالے سے کوئی مخصوص سفارش نہیں کی جو اسے سلیکشن پر چھوڑ دیں۔جی منوہر راؤ کے ذریعے پیش کردہ تحقیقی مقالے پر غور کرنے کے لیے کمیٹی۔یہ بات متنازعہ نہیں ہے کہ مذکورہ ڈاکٹر ٹی ایس راما راؤ بھی بیرونی ماہر کے طور پر سلیکشن کمیٹی کے رکن تھے۔جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے، وہ اور پروفیسر ای گپتیشور، آندھرا یونیورسٹی لا کالج کے ایک نامور پروفیسر، امیدواروں کے انتخاب کے لیے پروفیسرز سے باہر تھے۔یہ دیکھا گیا ہے کہ دو بیرونی پروفیسرز پر مشتمل کمیٹی نے متفقہ طور پر جی منوہر راؤ کو ریڈر کے طور پر ترقی دینے کی سفارش کی۔دوسرے لفظوں میں، بیرونی ماہرین نے جی منوہر راؤ کو بطور ریڈر ترقی دینے کی سفارش کرنے پر اتفاق کیا۔قانون میں مذکور لیکچرر کے عہدے سے ریڈر کے عہدے پر ترقی کے طریقہ کار اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے مقرر کردہ رہنما خطوط پر سختی سے عمل کیا گیا اور اس کی سختی سے تعمیل کی گئی۔امیدواروں کا انٹرویو کرنے کے بعد کمیٹی نے متفقہ طور پر جی منوہر راؤ کو ریڈر کے طور پر ترقی کے اہل پایا۔مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر، واحد جج یہ نتیجہ اخذ کرنے میں درست نہیں تھا کہ اس موضوع کے دو ماہرین، یعنی ڈاکٹر کے کوٹیشور راؤ اور ڈاکٹر ٹی ایس راما راؤ کی طرف سے کوئی معروضی تشخیص نہیں کی قابل تھی۔اسی طرح، ماہر جج یہ نتیجہ اخذ کرنے میں درست نہیں تھا کہ کمیٹی کو امیدواروں کے انتخاب کے لیے نمبر دینے کا طریقہ کار اپنانا چاہیے تھا۔جب لیکچرر کو ریڈر کے طور پر ترقی کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، تو کمیٹی کے ذریعے متعلقہ تعلیمی

ترجیحات اور کارکردگی، تدریسی تجربہ اور پڑھانے کی صلاحیت اور اس موضوع سے متعلق دیگر تدریسی مواد پر غور کیا جاتا ہے۔ کلاس II اور کلاس III افسران کے انتخاب کی طرح، ہر امیدوار کو ان کے انتخاب کے لیے نمبر دینا ضروری نہیں ہے۔ جو کچھ کرنے کی ضرورت ہے وہ غیر جذباتی اور معروضی انتخاب ہے لیکن من مانی یا رنگین انتخاب نہیں۔ جب یونیورسٹی نے عدالت عالیہ کے جج سمیت سات اراکین کو نامزد کیا اور اس نے قارئین یا پروفیسرز کو معروضی امتحان پر منتخب کیا تو کوئی من مانی انتخاب سامنے نہیں آتا۔ جیسا کہ جے پی کلشریشٹھ کے معاملے میں اس عدالت نے فیصلہ دیا، بالآخر، اس عدالت کو یہ تعلیمی ادارے پر چھوڑنا ہوگا کہ وہ اس موضوع کو پڑھانے کے لیے موزوں اور موزوں بہترین امیدواروں کا انتخاب کرے۔ جیسا کہ اس عدالت نے فیصلہ دیا" اس عدالت فیصلوں کا حوالہ ہمارے سامنے اس بات پر زور دینے کے لیے دیا گیا تھا کہ جب تنازعہ تعلیمی امور سے متعلق ہو تو عدالت کو اپنے فیصلے کو ماہرین تعلیم کے فیصلے سے تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ کوئی مکمل پابندی نہیں ہے، لیکن یہ دانشمندی کا اصول ہے کہ عدالت عالیان کو تعلیمی اداروں کے فیصلوں کو ہٹانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنی چاہیے۔ لیکن یونیورسٹی کے لوگ، اس معاملے میں ہمارے نظام میں کوئی بھی اختیار، قانون کی حکمرانی کا پابند ہے اور اپنے آپ میں قانون نہیں ہوسکتا۔ اگر چانسلر یا اس سے کم درجے کی کوئی دوسری اتھارٹی کسی تعلیمی معاملے یا تعلیمی سوال کا فیصلہ کرتی ہے تو عدالت اسے روک دیتی ہے لیکن جہاں قانون کی کسی شق کو پڑھنا اور سمجھنا ہوتا ہے، عدالت کو باہر رکھنا مناسب نہیں ہے۔" قانون کے مذکورہ بالا بیان کے پیش نظر، جس کے ساتھ ہم احترام پر مبنی قرارداد ہیں، ہم یہ مانتے ہیں کہ عام طور پر عدالت انتخاب میں مداخلت نہیں کر سکتی، تعلیمی امور اور تعلیمی معاملات سے متعلق ماہر ادارے پر چھوڑ دیا جاسکتا ہے کہ وہ معروضی معیار پر بہترین صلاحیتوں کا انتخاب کرے۔ معروضی معیار کیا ہے یہ ہر معاملے میں حقیقت کا سوال ہے۔ ہر کیس کا انحصار اس کے اپنے حقائق اور ان حالات پر ہوتا ہے جن میں مقابلہ کرنے والے امیدواروں کا متعلقہ دعوی زیر غور آیا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی مطلق قاعدہ نہیں رکھا جاسکا۔ ہر معاملے پر اس کی اپنی اہلیت اور اس کی اپنی ترتیب پر غور کرنے کی ضرورت ہے، جس میں تعلیمی ماہرین کی طرف سے ان کے انتظامیہ کے معاملات یا امیدواروں کے انتخاب میں ظاہر کردہ خیالات پر مناسب غور کیا جائے۔

فاضل وکیل کے ذریعے جن دو فیصلوں پر انحصار کیا گیا ہے وہ اس مقدمے کے حقائق کے لیے کوئی مددگار نہیں ہیں، پہلے معاملے میں، عدالت نے غور کیا تھا کہ عدالت عالیہ کے پاس امیدواروں کو ترقی دینے کے لیے تقرری کرنے والے اتھارٹی کو ہدایت دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اس کے بجائے عدالت کو اتھارٹی کو قانون کے مطابق دعووں پر غور کرنے کی ہدایت کرنے کی ضرورت ہے جو کہ طے شدہ قانونی حیثیت ہے۔ اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس معاملے میں ایسی صورتحال پیدا نہیں ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ دوسرا کیس، جس پر بھروسہ کیا گیا تھا، بھی کسی مدد کا نہیں ہے۔ اس معاملے کے حقائق پر، اس عدالت میں جس نتیجے پر سوال اٹھایا گیا تھا، اسے اس عدالت نے برقرار رکھا، کیونکہ پوسٹ گریجویشن ڈگریاں دینے میں درجہ بندی تجویز کرنا یونیورسٹی کا کام تھا۔ اس نقطہ نظر سے، ہمارا خیال ہے کہ عدالت عالیہ نے انتخاب میں مداخلت کرنا جائز نہیں تھا۔ فاضل واحد جج اور دو نفری بینچ کا حکم خارج کر دیا جاتا ہے۔ عرضی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔

اس کے مطابق اپیل کی منظوری ہے، لیکن، حالات میں بغیر کسی اخراجات کے۔

جی۔این۔

اپیل کی منظوری دی گی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.07.15 13:17
I am the author of this document